پاک افغان تعلقات

پاک افغان تعلقات

ڈیورنڈ لائن

پاکستان کی یوم آزادی سے قبل اس تمام خطہ پر جہاں آج پاکستان واقع ہے کہ تاج برطانیہ کا قبضہ تھا، تاج برطانیہ کی خواہش تھی کہ کسی بھی طریقے سے موجودہ افغانستان کو اپنے قبضے میں کر لیں، برطانیہ کو ہر وقت یہ فکر لاحق رہتی تھی کہ شمال مغربی سرحد پر روس کا اقتدار نہ بڑھ جائے یا خود افغانستان کی حکومت شمال مغربی سرحدی صوبہ کے اندر گڑبڑ پیدا نہ کرادے۔ ان اندیشیوں سے نجات حاصل کرنے کی خاطر وائسرائے ہند نے والی افغانستان امیر عبدالرحمن خان (1840ء/یکم اکتوبر 1901ء) سے مراسلت کی اور ان کی دعوت پر ہندوستان کے وزیر امور خارجہ ماٹیمر ڈیورنڈ ستمبر 1893ء میں کابل گئے۔ نومبر 1893ء میں دونوں حکومتوں کے مابین معاہدہ ہوا، جو ڈیورنڈ لائن (Durand Line) یا خط ڈیورنڈ کے نام سے موسوم ہے۔ اور اس معاہدے کی بار بار تجدید کی گئی اور کسی بھی موقع پر پاکستان کی آزادی سے پہلے تک کسی بھی افغان بادشاہ نے اس معاہدے سے روگردانی نہیں کی جیسے امیر عبدالرحمن کے بعد انکے بیٹے امیر حبیب اللہ خان (3 جون 1872ء/20 فروری 1919ء)۔

21 مارچ 1905 کو مشہور معاہدہ ہوا جس کو ڈین حبیب اللہ ایگریمنٹ (Dane-Habibullah agreement) کہا جاتا ہے)۔ امیر حبیب اللہ خان کے بعد 8 اگست 1919ء کو افغانستان کے وزیر داخلہ علی احمد خان نے راولپنڈی کا دورہ کیا اور پرانے معاہدے کو دوبارہ تازہ کیا جس کی شق نمبر 5 کے مطابق اب ڈیورنڈ لائن افغانستان اور برصغیر کے درمیان ایک مستقل سرحد تھی۔ لیکن اب کی بار معاہدہ ایک بادشاہ نے نہیں کیا تھا بلکہ افغان حکومت نے معاہدے کی توثیق کی تھی۔

6 جولائی 1930ء کو افغانستان کے بادشاہ نادر شاہ نے انڈیا ایک وفد بھیجا اور ایک بار پھر تمام پرانے معاہدوں کی پاسداری کرنے کا یقین دلایا! یوں امیر عبدالرحمن خان کے بعد امیر حبیب اللہ خان، امان اللہ خان نے دو بار اور نادر خان نے بھی نہ صرف پرانے معاہدے کی توثیق کی بلکہ اسکو وقت کی قید سے آزاد کرتے ہوئے ہمیشہ کے لیے ڈیورنڈ لائن کو ایک مستقل سرحد کے طور پر تسلیم کر لیا۔

14 اگست 1947ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا، پاکستان کی حکومت نے اپنے آپ کو برطانیہ کا اصلی وارث سمجھتے ہوئے یہ معاہدہ برقرار رکھا۔ اس کے نتیجے میں قیام پاکستان کے بعد اقوام متحدہ میں پاکستان کے خلاف واحد پڑنے والا ووٹ افغانستان کا

تھا۔ پاکستان کے آزاد ہونے کے بعد موجودہ وقت تک افغانستان کا یہ دعوی ہے کہ ڈیورنڈ لائن کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ یہ علاقے افغانستان کے حصے ہیں، حتیٰ کہ طالبان کے پہلے امیر ملا محمد عمرؒ کے دور میں بھی اس موقف میں کوئی کمی نہیں آئی۔ پاکستانی ریاست نے اشرف غنی کے دور حکومت میں پاک افغان سرحدات پر باڑ لگائے لیکن طالبان رجیم کے آنے کے بعد کئی مرتبہ اس باڑ کو نکال کر لے گئے۔ پاک افغان تعلقات میں اولین دراڑ کا سبب ڈیورنڈ لائن ہے۔

طالبان سپورٹ بلیم

1933ء میں ظاہر شاہ (15 اکتوبر 1914ء/23 جولائی 2007ء) کے والد نادر شاہ (9 اپریل 1883ء/8 نومبر 1933ء) کو قتل کر دیا گیا اور چند دنوں بعد ظاہر شاہ افغانستان کے بادشاہ بن گئے اور ظاہر شاہ بلا شرکت غیرے 1973ء تک افغانستان کے بادشاہ رہے اور پھر انکے کزن سردار داود خان (18 جولائی 1909ء/28 اپریل 1978ء) نے ظاہر شاہ کا تختہ الٹ دیا اور خود بادشاہ بن گئے سردار داود خان وہی ہیں جس نے پاکستان میں پشتونستان کی تحریک شروع کرادی۔ 1950ء کے بعد مسلسل 1980ء تک افغانستان پاکستان میں مداخلت کرتا رہا لیکن سردار داود خان کے زمانے میں مزید تیزی آئی۔

سرداد داود خان کو اپریل 1978ء میں خاندان سمیت قتل کرنے کے بعد افغانستان میں روسی ایماء پر انقلاب ثور برپا ہوا جسکی وجہ سے عوامی جمہوریہ افغانستان کا قیام عمل میں لایا گیا۔

دسمبر 1979ء میں روس افغانستان پر حملہ آور ہوا اور اس جنگ کا اختتام فروری 1989ء میں ہوا۔ اس لڑائی میں ایک طرف تو افغان فوج کے نام پر روسی فوج لڑ رہی تھی تو دوسری طرف ساری دنیا کے مجاہدین روس کے خلاف برسرپیکار تھے لیکن مقصد پورا ہونے کے بعد انہیں مجاہدین کو امریکا اور اسکے اتحادی دوستوں نے دہشتگرد قرار دیا۔

روس کے جانے بعد افغانستان ایک بار پھر خانہ جنگی میں مصروف ہو گیا، جو مجاہدین روس کے خلاف یک مشت ہو کر لڑ رہے تھے تخت کابل کے لیے وہ آپس میں دست و گریبان ہو گئے اور یہ سلسلہ 25 فروری 1989ء تا 27 اپریل 1992ء تک جاری رہا اور دوران پاکستان نے مجاہدین کے درمیان معاہدہ پشاور کروایا تا کہ افغانستان کی طرف سے پاکستانی بارڈر محفوظ رہے۔

روس کے انخلاء کے بعد روسی حکومت نے روسی نواز لیڈر ڈاکٹر نجیب اللہ کی بھرپور مدد کی لیکن دوسری طرف احمد شاہ مسعود اور جنرل دوستم نے تخت کابل پر قابض ہو گئے اور افغانستان کو اسلامی ریاست بنانے کا اعلان کر دیا۔ مگر امریکا نے اسلحہ کی مدد

سے مجاہدین کے مختلف گروہوں کے درمیان میں اقتدار کے حصول کے لیے خانہ جنگی شروع کرادی۔ اس وقت ایک اسلامی جہادی کونسل بنائی گئی جس کی قیادت پہلے صبغت اللہ مجددی اور بعد میں برہان الدین ربانی نے کی مگر مجاہدین کی آپس کی لڑائی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ بیرونی طاقتوں نے پشتو اور فارسی بولنے والوں کی باہمی منافرت کا خوب فائدہ اٹھایا۔ اس وقت کی حکومت میں پشتونوں کی نمائندگی نہ ہونے کے برابر تھی جس سے ان میں شدید احساسِ محرومی پیدا ہوا۔

افغانستان کے حالات یوں ہی خانہ جنگی کی صورت میں چلتے رہے اور بے شمار لوگ بے گھر ہوئے اور مہاجرت پر پاکستان اور دوسری ممالک میں آبسے اور اس سے قبل روس کے آنے کی وجہ سے ہزاروں لوگ مہاجرت پر مجبور ہو گئے تھے اور ان میں اکثریت کا ٹھکانہ پاکستان تھا۔

انہیں حالات میں طالبان نمودار ہوئے اور پھر آگے جا کر 1996ء میں ملا عمرؒ کی قیادت میں تختہ کابل پر قابض ہو گئے اور افغانستان کو اسلامی امارت کے نام سے موسوم کیا اور طالبان نے متفقہ طور پر انہیں امیر المومنین تسلیم کیا۔ طالبان نے 2000ء تک افغانستان کے 95 فیصد علاقے پر قبضہ کر کے ایک اسلامی حکومت قائم کی۔ اس زمانے میں افغانستان میں نسبتاً امن قائم رہا اور پوست کی کاشت بھی نہ ہوئی۔ طالبان کو بجز پاکستان، سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات کے کسی نے تسلیم نہ کیا اور مغربی دنیا نے شمالی اتحاد کی مدد جاری رکھی جو افغانستان کے شمال میں کچھ اختیار رکھتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک خالص اسلامی حکومت مغربی دنیا اور بھارت کو ہرگز قبول نہ تھی۔ یاد رہے کہ طالبان سے پہلے بھارت کو افغانستان میں خاصا عمل دخل تھا۔ طالبان کے دور میں پاکستان کا اثر افغانستان میں بڑھ گیا اور 50 سال میں پہلی دفعہ پاکستان اور افغانستان کی سرحد پر ایک طرح سے دوستانہ امن قائم رہا۔

11 ستمبر 2001ء کے عالمی تجارتی مرکز (ورلڈ ٹریڈ سنٹر) کے حادثے کا الزام اسامہ بن لادن اور القاعدہ پر لگایا گیا۔ ان لوگوں کو طالبان نے پناہ دے رکھی تھی اور افغانی روایات کے مطابق انھیں دشمن کے حوالے نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس بہانے 7 اکتوبر 2001ء کو امریکا نے افغانستان پر پاکستان کی مدد سے حملہ کر دیا اور افغانستان پر قبضہ کر لیا، اور پاکستان نے صف اول کا کردار ادا کیا۔

پاکستان امریکا کا صف اول کے اتحادی بننے کی وجہ سے طالبان کی طرف سے جو سپورٹ پاکستان کو حاصل تھا وہ بھی ختم ہو گیا اور ان افغانوں کی دلوں میں جو طالبان فکر سے متاثر تھے پاکستان سے نفرت مزید بڑھ گئی، کیونکہ پاکستان نے افغانی طالبان لیڈروں سمیت عام جنگجوں کو پکڑ کر امریکا کے حوالے کیے۔

دوسری طرف روس کے زمانے میں جن مجاہدین کی مدد پاکستان نے کی تھی اس وقت ڈاکٹر نجیب اللہ کے ہمنوا اور انکے کمیونسٹ ہم فکر لوگوں نے براہ راست پاکستان کو ملوث قرار دیا اور یہ لوگ بھی پاکستان کے مخالفین کی صورت میں سامنے آئے۔

سقوط کابل یعنی طالبان کے سقوط کے بعد تخت کابل پر امریکی ایماء پر حامد کرزئی اور پھر اشرف غنی حکومت میں لائے گئے اور اس دوران مسلسل وقتاً فوقتاً پاکستان کو موردِ الزام ٹھہرایا جاتا رہا کہ پاکستان طالبان کی مدد کر رہا ہے اور افغانستان میں بدامنی کا واحد سبب پاکستان کی مداخلت ہے۔

حامد کرزئی اور اشرف غنی کے بعد دوبارہ طالبان میں پاور میں آگئے، اس موقع پر ان دونوں کے ہمنواوں نے طالبان پر یہ الزام لگایا کہ یہ پاکستانی ایجنٹ ہیں اور آئی ایس آئی کے بچے ہیں، طالبان کے موجودہ امیر ملا ھبۃاللہ کو کرنل ھبۃاللہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں لیکن دوسری طرف طالبان کے ساتھ پاکستانی ریاست نے امریکی اتحادی بن کر جو کچھ کیا تھا وہ اسے بھلانے کے لیے تیار نہیں اور طالبان کے امراء اور بڑے سطح کے لیڈر شپ اگرچہ کسی بھی ملک میں مداخلت کو منع کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود دونوں طرف تعلقات میں سرد مہری زیادہ ہے۔

پاکستان کی سلامتی اور افغان سرزمین کا استعمال ہونا

روس کے جانے کے بعد دنیا بھر سے آئے ہوئے مجاہدین چاہیے وہ عرب ہو یا غیر عرب، طالبان لیڈر شپ ادھر ادھر بکھر گئے اور ان میں بعض پاکستان آکر رہنے لگے اور پاکستان میں بھی زیادہ تر قبائل میں رہنے لگے اور امریکی حملہ کے بعد دوبارہ افغانستان سے قبائل کا رخ کیا اور یہی بیٹھ کر امریکا کے خلاف مسلح لڑنے لگے، اس موقع پر امریکی ایماء پر قبائل میں ان مجاہدین کے خلاف مسلح آپریشن شروع ہوئے اور ملک بھر میں دسیوں بے گناہ پاکستانی شہریوں، طالبان لیڈر شب اور اسی طرف بے شمار عرب غیر عرب مجاہدین گرفتار کرنے کے بعد امریکا کے ہاتھ فروخت کیے گئے اور انکے عوض کولیشن سپورٹ (امریکہ نے افغانستان میں 2001ء میں شروع ہونے والی دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستانی مدد کے عوض اسے ہر سال قریباً ایک ارب ڈالر دینے کا اعلان کیا تھا۔ اس فوجی مدد کو کولیشن سپورٹ فنڈ قرار دیا گیا تھا) حاصل کیے گئے۔ ان آپریشن کو روکنے کے لیے قبائل میں مختلف مسلح تنظیم منظم ہوگئے اور پاکستانی فوج اور لاء انفورسمنٹ ایجنسی کے خلاف لڑنے لگے اور ملک بھر میں یہ خونی امریکی جنگ کم و بیش بیس سال چلتی رہی اور آج بھی دسیوں کمر توڑ آپریشن کے باوجود مستقل امن عامہ خطرے میں ہے۔ پاکستان کا موقف یہ ہے کہ پاکستانی طالبان کے خلاف مسلح کامیاب آپریشن کرنے کی وجہ سے وہ پاکستان سے بھاگ کر افغانستان چلے گئے اور اب ٹی ٹی پی لیڈر شب افغانستان میں چھپے ہیں

اور وہاں سے پاکستان میں حملے ہوتے اور افغان طالبان اس بات سے بالکلیہ غیر متفق ہیں اور انکا کہنا ہے کہ یہ پاکستان کا داخلہ معاملہ ہے اور افغان سرزمین کسی کے خلاف استعمال ہونے کی اجازت نہیں۔سب سے زیادہ اختلافی، سنگین حساس مسئلہ ڈیورنڈ لائن کے بعد یہی ہے۔

پاک افغان پانی کے مسائل

پاکستان اور افغانستان کے مابین پانی کا مسئلہ بھی بہت گھمبیر ہے اگر پاکستان وافغانستان نے جلد یا بدیر پانی کے مسائل پر نتیجہ مذاکرات اور حل کی طرف نہیں گئے ممکن ہے کہ پانی کی وجہ سے دونوں ممالک میں جنگ چھڑ جائے پاکستان اور افغانستان کے درمیان نو کراس بارڈر واٹر چینل پائے جاتے ہیں جن میں دریائے کابل، دریائے کرم، دریائے گومل، الوہاب سٹریم، دریائے پشنی بورا، دریائے نولہ، کندائی اور دریائے کنڑ شامل ہیں۔ان میں دریائے کابل کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے جو کہ تقریباً 7 ملین آبادی کی پانی کی ضروریات پوری کرتا ہے اور کابل کی اسی فیصد آبپاشی کی ضروریات بھی پوری کرتا ہے۔اسی طرح پاکستان کے صوبے خیبر پختونخوا کا دارالحکومت پشاور اپنی پانی کی ضروریات کو لے کر مکمل طور پہ دریائے کابل پر انحصار کرتا ہے۔

پشاور، چارسدہ اور نوشہرہ کی بالترتیب 80٪، 85٪، 47.5٪ آبپاشی کی ضروریات دریائے کابل سے پوری ہوتی ہے۔اسکے علاوہ پاکستان نے دریائے کابل پر چار چھوٹے ڈیم اور ایک بڑا ڈیم بھی بنا رکھا ہے جو کہ ہماری انرجی کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔کے پی کے کے دو بڑے ڈیموں میں سے ایک وارسک ڈیم دریائے کابل پر ہی بنا ہوا ہے جو کہ 240 میگاواٹ بجلی پیدا کرتا ہے اور پشاور ویلی کے تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار ایکڑ رقبے کو سیراب کرتا ہے۔اگر افغان ریاست مستقبل میں صرف دریائے کابل پر ڈیم بناتے ہیں اور پانی کو پاکستان کی طرف نہیں چھوڑتے تو یہ پاکستان کے لیے عظیم مسئلہ بن سکتا ہے۔

موجودہ مہاجرین کی بحالی اور واپسی کا معاملہ

پاکستان میں مہاجرین کا پہلا بڑا ریلا سال 1979-1980ء کے دوران اس وقت داخل ہوا تھا جب افغانستان میں سوشلسٹ انقلاب کے نام پر مزاحمت اور جنگ کا آغاز ہوا اور لاکھوں افغان اس تصور اور خوف کی بنیاد پر وہاں سے نکل آئے تھے کہ انکے سلامتی کو شدید خطرہ لاحق ہے۔رپورٹس کے مطابق سال 1981ء تک پاکستان میں 33 لاکھ افغان مہاجرین پہنچ چکے تھے۔

اقوام متحدہ ہائی کمشنر برائے پناہ گزین کے جون 2023 تک کے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں رہائش پذیر افغان شہریوں کی کل تعداد 37 لاکھ جس میں سے صرف 13 لاکھ 30 ہزار رجسٹرڈ ہیں جبکہ 7 لاکھ 75 ہزار بغیر اندراج کے رہائش پذیر ہیں۔اسی طرح، 68.8 فیصد افغان باشندے پاکستان کے شہری یا نیم شہری علاقوں میں جبکہ 31.2 فیصد دوسرے 54 مختلف علاقوں میں رہائش پذیر ہیں۔

گزشتہ چالیس سال میں مختلف اوقات میں افغان پناہ گزین واپس بھی جا چکے ہیں، کہیں پر حکومت پاکستان کے کہنے پر اور کہی پر خود رضامندی سے لیکن موجودہ نگران حکومت کے آنے بعد ریاست پاکستان نے ان افغان شہریوں کو خبر دار کیا تھا کہ اکتوبر کے آخر تک واپس چلے جائیں اور انہیں ایک یا دو ماہ مہلت دی گئی ہے اور اس کے اعداد و شمار کے مطابق دو لاکھ تک افغان واپس جا چکے ہیں لیکن اس موقع پر دونوں طرف کے حالات بہت حد تک چپقلش کا شکار ہو چکے ہیں۔

خلاصہ

افغانستان اور پاکستان کے تعلقات بہت عرصے سے کچھ زیادہ ٹھیک نہیں رہے ہیں خاص کر دو تین باتوں پر۔ پہلا یہ کہ کابل نے یہ دعوی کیا تھا کہ وہ ڈیورنڈ لائن کو نہیں مانتے اور وہ علاقے جہاں پشتون آباد ہیں (بشمول خیبر پختونخوا، قبائلی علاقہ جات اور بلوچستان کا ایک بہت بڑا حصہ) وہ افغانستان کا حصہ ہے۔ اور ان علاقوں کو افغانستان میں شامل کرنے کیلیے بہت سے تحریکیں بھی افغانیوں نے چلائے جن میں پشتونستان تحریک معروف ہے۔ لیکن پاکستان نے اس بات کو بالکل مسترد کر دیا کہ ہر گز یہ علاقے پاکستان کے سوا کسی اور کے نہیں ہو سکتے، پاکستان ایک ریاست ہے جو اپنے کسی بھی حصے کو کسی اور ملک کے حوالے نہیں کرے گا، اسی بات پر افغانستان اور پاکستان کے درمیان میں بہت کشیدگی پیدا ہوئی، اس کے علاوہ اس بات پر بھی کشیدگی تھی کہ افغانستان سمجھتا ہے کہ افغانستان پر جنگ مسلط کرنے میں پاکستان نے کردار ادا کیا۔ پاکستان کا یہ بھی کہنا ہے کہ بھارت نے ہمیشہ افغان سرزمین کو پاکستان کیخلاف استعمال کیا ہے۔ان سب وجوہات کی بنا پر تعلقات ہمیشہ متاثر ہوتے رہے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ پاک افغان تعلقات کا مدار ان چند بڑے مسائل پر ہیں اگر ان مسائل کو جلد یا بدیر نیت نیتی سے حل کرنے کی کوشش کی جائے اور دونوں طرف سے سنجیدہ ہو کر کوئی نتیجہ ڈھونڈنے کی کوشش کی جائے تو خطے کے لیے اہم ہے اگر کسی بھی موقع پر غیر سنجیدگی کا مظاہرہ کیا گیا تو اس کی قیمت پورے خطے کو چکانی ہو گی، اور یقینا یہ ناقابل تلافی نقصان ہو گا۔